شیکسپیئر کے دیس میں

سفر نامہ

غافر شہزاد

ادراک پبلی کیشنز

15-F شارجہ سنٹر شادمان مارکیٹ لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

کتاب ◁ شیکسپیئر کے دیس میں (سفرنامہ)
مصنف ◁ غافر شہزاد
ای میل ◁ ghafershahzad@hotmail.com
اشاعت ◁ ستمبر 2006ء
تعداد ◁ 600
قیمت ◁ -/260 روپے
مطبع ◁ شرکت پرنٹنگ پریس لاہور
کمپوزنگ ◁ محمد انور
ناشر ◁ ادراک پبلی کیشنز
15-F شارجہ سنٹر فرسٹ فلور
شادمان مارکیٹ لاہور
تقسیم وترسیل ◁ بُک ہوم: بُک سٹریٹ 46- مزنگ روڈ لاہور۔ فون: 042-7231518
فکشن ہاؤس: 18- مزنگ روڈ لاہور۔ فون: 042-7249218

انتساب!

وجہِ سفر......

اپنے بیٹے عرش رسول کے نام

فہرست

- حرفِ آغاز 9
- فلائیٹ PK709 13
- مانچسٹر ایئرپورٹ پر 21
- ہیلی فیکس میں چند روز 27
  - پیس ہال 30
  - کالڈرڈیل کونسل 32
  - تین بنیادی ضرورتیں 35
  - پاگل ای اوئے 36
  - تین نسلیں، تین ٹھکانے 39
  - پاکستانی برٹش کا عدم اطمینان 42
  - مکانات کا طرزِ تعمیر 43
  - مذہبی عبادت گاہیں 45
  - فرق ــــ کاروباری اندازِ فکر میں 47
  - ٹریفورڈ سنٹر 48
  - وہائٹ روز 49
  - ہیڈن برج 50

- بلیک پول 52
- ملٹن کینز 58
- آکسفورڈ یونیورسٹی 63
- کیمبرج یونیورسٹی 72
- لندن I 77
  - لندن لندن ہے 77
  - لندن ٹور 79
  - لندن ــــ تاریخی تناظر میں 80
- لندن II 85
  - سنٹرل مسجد لندن 86
  - لندن پر ایک طائرانہ نظر 90
  - دریائے ٹیمز کے کنارے 92
- لندن III 94
  - سوہا اسکوائر 95
  - برٹش میوزیم 96
  - بلومزبری 97
  - لیسٹر اسکوائر 98
  - پکڈلی اسکوائر 100
  - ٹریفالگر اسکوائر 101
  - نیشنل گیلری 103
  - سمرسٹ ہاؤس 104

- سینٹ پال کیتھڈرل 106
- ہاؤس آف پارلیمنٹ 109
- ویسٹ منسٹر ایبے 111
- بکنگھم پیلس 114

❍ لندن IV 119

- لندن انڈر گراؤنڈ ٹیوب 119
- میڈم تساؤ گیلری 125
- ہارر گیلری 129
- سپرٹ آف لندن 132
- پلانیٹیریم 133
- ٹیٹ ماڈرن 135
- ٹیٹ برٹین 139
- نیچرل ہسٹری میوزیم 144
- وکٹوریہ اینڈ البرٹ میوزیم 148

❍ اوپن ہاؤس لندن۔ پہلا دن 150

- ٹاور ہل (Tower Hill) 153
- بینک اسکوائر 156
- گلڈ ہال 157

❍ اوپن ہاؤس لندن۔ دوسرا دن 161

- ہیتھرو۔ ٹرمینل V 161

❍ یارک سٹی 169

- کلفرڈ ٹاور 170

- یارک شہر 171
- یارک منسٹر 175
- ایکشن ایڈ 178
- شیمبلز سٹریٹ 179
- جارِوِک وائیکنگ سنٹر 181

- دی ایشنز سیریز (The Ashes Series) 184
- سکاربرا کا ساحل 187
- 14 اگست اور فلم منگل پانڈے 193
- رمضان المبارک 197
- شعری منظرنامہ 200
  - برمنگھم میں پہلا روز 204
  - منصور آفاق کی مشکل 211
  - برمنگھم کا پاکستانی سفارتخانہ 212
  - لندن کا مشاعرہ 217
  - لندن کی نائٹ لائف 223
  - شیکسپیئر کے شہر میں 225
  - وکٹوریہ اسکوائر برمنگھم 230
  - ہائی اسٹریٹ برمنگھم 232
  - بریڈفورڈ میں مشاعرہ 238
  - برمنگھم کی خصوصی شعری نشست 241
- واپسی کا سفر 244

حرفِ آغاز

سفرنامہ نگاری اردو ادب کی دیگر اصناف سے کئی لحاظ سے مختلف اور قدرے مشکل بھی ہے۔ مشکل اس لیے کہ دیگر اصناف ادب جیسے افسانہ وشاعری وغیرہ میں صرف لکھنے والے کی تخلیقی صلاحیتوں کی آزمائش ہوتی ہے مگر سفرنامہ لکھنے والے کو بہت باریک بین اور جغرافیائی وملکی معاملات سے آگاہ ہونا چاہیے، تحریر رواں اور دلچسپ ہونی چاہیے، جس ملک یا شہر کا سفر کیا جا رہا ہے وہاں کی تاریخ، لوگوں کا طرزِ رہن سہن، تہذیب، ادب، تعمیرات کے بارے میں کماحقہ علم ہونا چاہیے، مشاہداتی آنکھ اور دلچسپ اسلوب کے بغیر سفرنامہ قاری پر اپنی گرفت قائم نہیں رکھ سکتا۔ ایسے حالات میں اور بھی مشکل ہو جاتا ہے جب گذشتہ دو تین دہائیوں میں چند سفرنامہ نگاروں نے سفرنامے کا مزاج اس لحاظ سے بدل دیا ہے کہ قاری اب سفرنامے میں لطیفے، رومانس اور دلچسپ کرداروں کی توقع کرنے لگ گیا ہے اگر ہم دو تین سو سال قبل کے سفرنامہ نگاروں کا مختلف ممالک کا لکھا ہوا احوال پڑھیں تو ہماری آنکھ کے سامنے اس عہد کی معاشرت، تہذیب، سیاست، مذہب، تعمیرات، ادب لطیف، گویا ایک جہان آشکار ہو جاتا ہے۔

چار دہائیاں گزریں، میرے پاؤں تو گویا زمین سے بندھے ہوئے تھے اگر کبھی کبھار سرکاری فرائض کی بجاآوری کے لیے پنجاب کے کسی دوسرے شہر میں جانا پڑ جاتا تو گویا میرے لیے بہت بڑی مشکل آن کھڑی ہوتی، ذہنی سکون برباد ہو جاتا، سانس پھولنے لگتی اور معلوم نہیں کیوں سینے پر بوجھ محسوس ہونے لگتا۔ میری زندگی کا سفر جہلم کے ایک چھوٹے سے گاؤں کنتریلہ سے لاہور تک کا سفر ہے جس کا نقطہ آغاز 1984ء ہے جب میرا داخلہ انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں ہوا۔ تعلیم مکمل ہونے کے بعد لاہور میں ہی سرکاری نوکری بھی مل

گئی چونکہ فن تعمیر سے وابستہ ہوں، لہٰذا پنجاب کے دیگر شہروں میں بھی جہاں میری ڈیزائن کردہ عمارات تعمیر ہو رہی ہوتی ہیں، نگرانی و رہنمائی کے لیے جانا پڑتا ہے مگر یہ صرف ایک یا زیادہ سے زیادہ دو دنوں پر مشتمل سفر ہوتا ہے۔

21 جولائی 2005ء کو پہلی مرتبہ میں لاہور سے مانچسٹر کے لیے روانہ ہوا۔ آٹھ گھنٹوں پر محیط یہ فضائی سفر ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ جہاز میں میرے ارد گرد بیٹھے ہوئے تقریباً سبھی پاکستانی تھے، لہٰذا جب تک جہاز میں بیٹھے رہے، کسی تبدیلی کا احساس نہ ہوا۔ سچ تو یہ ہے کہ اب تو انگلینڈ میں بھی اتنی زیادہ تعداد میں ایشیئن بس گئے ہیں کہ وہاں شمال سے جنوب تک زمینی سفر کے دوران گوروں کا ملک اور تہذیب اجنبی نہیں لگتی۔ میرا سفر شمال میں واقع ایک چھوٹے سے قصبہ ہیلی فیکس سے شروع ہو کر جنوب میں واقع لندن کے شہر میں ختم ہوا۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ ہیلی فیکس جہلم کی طرح ہے اور لندن کراچی کی طرح بڑا، شاید بہت ہی بڑا شہر کہ جو جدید و قدیم تہذیب و معاشرت اور تعمیرات کے سنگم پر واقع ہے۔ چند سال پہلے تک پورے لندن میں تعمیر ہونے والی عمارات کی بلندی کو سینٹ پال کیتھڈرل سے کم رکھنے کا قانون لاگو رہا ہے۔ اب ایسٹ لندن میں سینٹ میری ایکس کی عمارت تعمیر کی گئی ہے جس کی اونچائی سینٹ پال کیتھڈرل سے زیادہ ہے، اس کا جواز یہ پیش کیا جاتا ہے کہ لندن شہر کا یہ حصہ تہذیب و ثقافت کے لحاظ سے اس قدر قدیم نہیں ہے۔ میں نے اپنے سفر کے دوران لندن میں قدیم و جدید تہذیب اور تعمیرات کا مشاہدہ کیا، برمنگھم کو ایک صنعتی شہر کی شکل میں دیکھا، ملٹن کینز کو ایک منصوبہ بندی کے تحت بسنے والے ماڈرن شہر کے طور پر جانا۔ آکسفورڈ اور کیمبرج کی فضاؤں میں رچی بسی تعلیم و تحقیق کی فضا محسوس کی۔ یارک سٹی اور اس کے نواح میں قدیمی تعمیرات اور قلعوں کے آثار دیکھے، سکاربرا اور بلیک پول کے ساحل سے ٹکرانے والی موجوں کا شور آج بھی میرے کانوں میں گونجتا ہے۔

اس سفرنامہ کی ایک منفرد بات انگلینڈ میں بس جانے والے ایشیائی باشندوں کی تین نسلوں کو درپیش مسائل کی تصویر کشی ہے، انہوں نے ماضی میں کیسی مشقتیں جھیلیں، حال میں ان کے کیا مسائل ہیں، مذہبی اور معاشرتی سطح پر نئی نسل اپنے آپ کو کس کشمکش سے دوچار پاتی ہے

اور خصوصاً گوروں کا تعصّبانہ رویہ ان کے لیے جذباتی سطح پر کیسے جوار بھاٹا کا سبب بنتا ہے۔ زیادہ مسائل تو پاکستانیوں کے اپنے پیدا کردہ ہیں وہ انگلینڈ کی جدید طرزِ معاشرت سے خود تو لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں مگر اپنے بچوں کو اس رنگ میں رنگنے کی اجازت دینے کے لیے تیار نہیں ہیں، جس طرح ان کے دلوں میں پاکستان بسا ہوا ہے، وہ چاہتے ہیں ان کے بچے بھی ویسی ہی قومی وجذباتی وابستگی محسوس کریں مگر ایسا ممکن نہیں ہے۔ یہی کشمکش ان کے شب وروز کا سکون چھینے ہوئے ہے۔ اپنی زندگی کو تو انہوں نے بدمزہ کیا ہوا ہے، اپنے بچوں کو بھی زندگی کی لطافتوں سے دور رکھنا چاہتے ہیں صنعتیں ختم ہوجانے کے سبب اب مزدوروں کی وہاں مانگ نہیں ہے، بڑے بڑے ڈیپارٹمنٹل اسٹور کھل جانے کے سبب ایشیائی باشندوں کی نکڑ والی دکانیں بند ہوگئی ہیں۔ اب کاروبار کی صرف ایک صورت باقی ہے اور وہ ہے ہلال فوڈ والے ریسٹورنٹس، یہی وجہ ہے کہ اب روزگار کی تلاش نے بہت سے مسائل کو جنم دینا شروع کردیا ہے شعروادب کی محفلوں میں بھی اب کوئی رنگ باقی نہیں رہا۔ مگر ان ساری باتوں کے باوجود وہاں اب بھی زندگی بہت خوبصورت ہے، شہر بہت صاف ستھرے ہیں، زندگی کی ساری سہولیات نہایت قرینے، سلیقے اور آسانی کے ساتھ شہریوں تک پہنچتی ہیں اور یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے کہ وہاں عدالتوں کی اور قانون کی بالادستی ہے۔ ہر کام ایک نظم وضبط اور سسٹم کے تحت چل رہا ہے، کسی کی عزت نفس مجروح کیے بغیر روزمرہ کی تمام ضروریات پوری کرنے کے لیے ایک فلاحی ریاست کو جس طرح اپنا کردار ادا کرنا چاہیے، اب بھی وہاں ایسا ہی ہو رہا ہے، پاؤنڈ اسٹرلنگ کی غیر مساوی تقسیم نہیں ہے ٹیکس بچانے کے لیے اور قرضے معاف کروانے کے لیے چور دروازے نہیں ہیں، سیاستدان اور جرنیل نہیں ہیں کہ جو سسٹم کو ناکارہ بنا سکیں، رہنے کے لیے گھر چھوٹے ہیں، مگر صاف ستھرے ہیں، باآسانی خریدے جا سکتے ہیں، پہننے کے لیے کپڑے خریدنے کے لیے سال میں دو مرتبہ کم ازکم ہاف پرائس سیل لگتی ہے، گھر کی ضرورت کی سیکنڈ ہینڈ اشیاء خریدنے کے لیے کاربوٹ سیل لگتی ہے بڑے بڑے ڈیپارٹمنٹل سٹور ''ایک خریدیئے ایک مفت لیجئے'' کی پیش کش اکثر دیتے رہتے ہیں بس یہی انگلینڈ کی زندگی کا خلاصہ ہے اور یہی حقیقت ہے۔

آخر میں مجھے انگلینڈ میں مقیم ان تمام رشتہ داروں اور دوستوں کا شکریہ ادا کرنا ہے کہ جن کے تعاون، محبت اور توجہ کے سبب اتنے کم وقت میں انگلینڈ سے آ گاہی ہوئی۔ میں خصوصاً ماموں مسعود اور ان کی فیملی، ماموں مشتاق اور ان کی فیملی، میرے چھوٹے بھائی افتخار، شاہد عمران اور ان کی فیملیاں، میری ہمشیرہ راحیلہ اور اس کے میاں شبیر اور دیگر تمام دوست احباب کی ڈھیر ساری محبتوں کا ممنون اور احسانمند ہوں۔ خدا ان سب کو ڈھیر ساری خوشیاں عطا کرے اور دونوں جہانوں میں سرخرو فرمائے۔

سراپا تشکر

غافر شہزاد

لاہور

14 اگست 2006ء